International Journal of Islamic Studies & Culture ISSN- 2709-3905
http://ijisc.com.pk/index.php/IJISC/issue/view/192 PISSN2709-3891
(Volume.3, Issue.4 (2023)
(October - December)

The Concept of Slave in the world Selected Nations and Religions: A Historical Review

منتخب اقوام عالم و مذاہب میں غلام کا تصور: ایک تاریخی جائزہ

Amina Sharif
Dr. Abdul Qadoos
PhD Research Scholar, Department of Islamic studies, Bannu
Associate Professor, Department of Islamic Studies, UST, Bannu

Abstract

It is proven from history that the concept of slavery has been going on in all societies since ancient times. In the past, slavery has been established as a social custom in various nations. In these nations, slavery was a general status. All historians are agreed that slavery existed in one form or another in all developed societies, not only in developing ones, and in different religions and cultures they were treated like animals. However, if seen from a religious perspective, it is known In relation to slavery, only Islam has been made the target of the most ridicule and ridicule and it has been given the impression that the origin and survival of slavery started from the Islamic era, while the reality is the opposite because other famous and ancient religions of the world. Like Hinduism, Judaism and Christianity, slavery is not condemned anywhere in the religious books of these three religions. It is also a fact that due to the conditions at the time of emergence of Islam, it was not possible to end it immediately. However, such orders and donations must be given that gradually ended slavery, because Islam is a complete code of life, a system of thought and action, and the first and last source and source of guidance and guidance that interprets and shapes all areas of life. Be it collective, economic or political, social or cultural, domestic or international, as well as the guidance of humanity in all fields of life, whether ruler or subject, master or slave, ruler or subject. And all the rules and regulations and rights and duties for welfare are given in full detail. In this research article, a historical research review of the slaves, their status in different religions and civilizations have been presented.

Keywords: Slavery, World, Nations, Religions, Hinduism, Judaism, Christianity, Islam

(تعارف)

تاریخ سے یہ بات ثابت ہے کہ غلامی کا تصور دور قدیم ہی سے تمام معاشروں میں چلی آرہی ہے۔ زمانہ ماضی میں مختلف اقوام میں غلامی معاشرتی رواج کے طور پر قائم رہی ہے۔ ان اقوام میں غلامی عمومی حیثیت کی حامل تھی۔ تمام مورخین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ غلامی نہ صرف ترقی پذیر بلکہ تمام ترقی یافتہ سبھی معاشروں میں کسی نہ کسی صورت میں موجود تھی اور مختلف مذاہب اور تہذیبوں میں ان کے ساتھ جانوروں جیسا سلوک روا رکھا گیا۔ تاہم اگر مذہبی اعتبار سے دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ غلامی کے سلسلے میں صرف اسلام کو سب سے زیادہ طنز و تضحیک کا ہدف بنایا گیا ہے اور یہ تاثر دیا گیا ہے کہ غلامی کی ابتداء اور بقاء اسلامی دور ہی سے شروع ہوئی جب کہ حقیقت اس کے برعکس ہے کیونکہ اقوام عالم کے دیگر مشہور اور قدیم مذاہب جیسے ہندومت، یہودیت اور مسیحیت ان تینوں مذاہب کی مذہبی کتابوں میں کہیں بھی غلامی کی مذمت نہیں کی گئی۔ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ چونکہ ظہور اسلام کے وقت کے حالات کے پیش نظر اسے فوری طور پر ختم کردینا ممکن نہ تھا۔ تاہم ایسے احکامات وہدایات ضرور بتائے کہ جن سے بتدریج غلامی کا خاتمہ ہوگیا کیونکہ اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات، نظام فکر و عمل اور ہدایت و رہنمائی کا پہلا اور آخری منبع اور سرچشمہ ہے جو زندگی کی تمام شعبوں کی تفسیر اور صورت گیری کرتا ہے۔ خواہ وہ انفرادی ہو یا اجتماعی، معاشی ہو یا سیاسی، معاشرتی ہو یا تمدنی ملکی ہو یا بین الاقوامی سمیت نیز زندگی کے تمام شعبہ ہائے میدان میں کام اور مقام رکھنے والوں چاہے حاکم یا محکوم، آقا اور غلام، حکمران اور رعایا سب کے متعلق انسانیت کی راہنمائی اور فلاح و بہبود کے لئے تمام قواعد و ضوابط اور حقوق و فرائض پوری تفصیل کے ساتھ دیے ہیں۔

اسلام، چونکہ پوری انسانیت کے لئے رحمت بن کر آیا قرآن اور صاحب قرآن نے انسانی طرز عمل کے حوالے سے انفرادی اور اجتماعی زندگی میں نسل انسانی کو ایک مکمل نظام عطا کیا ہے۔ یہ نظام ہماری اخلاقی تعلیم و تربیت، معاشرتی و سماجی زندگی، معاشی و اقتصادی اور سیاسی نیز انفرادی و اجتماعی زندگی کے دیگر پہلوؤں پر مشتمل ایک پورا نقشہ عطا کرتا ہے۔ جس کا

ISSN- 2709-3905
PISSN2709-3891

ہر حصہ دوسرے حصے کے ساتھ اعضائے جسمانی کی طرح ملا ہوا ہے۔ اسلام نے تمام بنی نوع انسان کو برابر حقوق عطا کیے ہیں اور اس میں نسب، ذات، رنگ، قومیت، جنس، زبان عقیدے اور وطن کی کوئی تمیز نہیں رکھی اس باب میں اسلام نے جملہ حدود وقیود سے ماوراء ہر شخص کو سماجی، معاشی اور سیاسی مساوات عطا کی ہیں۔ نیز پہلے سے جو غلام موجود تھے ان کی آزادی اور معاشرے میں ان کے باوقار مقام کے لیے ہدایات وتعلیمات جاری کیں۔ جیسا کہ موضوع سے ثابت ہے کہ جب ایک شخص تمدنی اور معاشرتی رواج کی بناء پر فطری آزادی سے محروم ہو کر کسی دوسرے شخص کی ملکیت میں آجائیں تو اس صفت کو جسمانی غلامی کہتے ہیں الغرض جسمانی غلامی سے مراد ایک فرد کا کسی دوسرے شخص کی ملکیت میں آجانا ہے۔ لہذا ضروری ہے کہ لغات اور مختلف موسوعہ میں غلام کے لئے جو الفاظ مستعمل ہیں ان کی تحقیق و تعریف پیش کی جاتی ہے۔

رقیق کا مفہوم

عربی زبان میں غلام کو رقیق اور غلامی کو رقیت کہتے ہیں۔ جس کا مادہ "الرِقَّةُ" ہے۔ لفظ رقت کے معنٰی باریکی کے ہیں۔ اگر یہ اجسام کے لیے استعمال کیا جائیں تو یہ "صفاقت" کے بالمقابل آتا ہے جیسا کہ "ثَوب رَقِيقٌ "یعنی باریک کپڑا اور "ثَوب صَفِيقٌ "یعنی موٹا کپڑا"۔ اور اگر قلب کے لیے مستعل ہو تو یہ قساوت کے بالمقابل آتا ہے۔ جیسا کہ نرم دل کے متعلق کہا جاتا ہے "فُلانٌ رَقِيقُ القَلب" اور اس کے بالمقابل کہا جاتا ہے "قَاسِيَ القَلب"۔

اَلرَّق: کاغذ کی طرح اس چیز کو بھی کہا جاتا ہے جس پر لکھا جاتا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے:

فِيْ رَقٍّ مَّنْشُوْرٍ[i] ترجمہ: کشادہ اوراق میں۔

اَلرِّق: غلام کے مالک ہونے کو بھی کہا جاتا ہے۔ اس لیے مملوک غلام کو "رقیق" کہا جاتا ہے۔ جس کی جمع "اَرِقَّاء" ہے اور "اِستَرَقَّ فُلان فُلانًا" کے معنٰی کسی کو غلام بنانے کے ہیں۔

الرَّقْرَاقُ: شراب کی چمک دمک کو کہتے ہیں۔ اسی طرح زمین کا ہر وہ حصہ جو پانی سے متصل ہوا سے "اَلرِّقَّة" کہا جاتا ہے کیوں کہ پانی کی وجہ سے وہ نرم رہتی ہے۔[ii]

الغرض غلام کی تعریف یوں کی جاسکتی ہے: وہ شخص جس کو اپنی ذات پر اختیار نہ ہو بلکہ وہ مکمل طور پر کسی ایسے ذات کے تابع ہو جسے وہ بڑا، طاقتور اور مختار تسلیم کرتا ہو اور اس کے مقابلے میں خود کو چھوٹا، کمزور اور بے اختیار سمجھتا ہو اور اس کے سامنے جھکتا ہو۔ گویا غلامی ایک معاشرتی رواج کا نام ہے جس کے باعث ایک شخص دسرے شخص کی ملکیت میں داخل ہو جاتا ہے۔

ہندومت میں غلامی

ہندومت میں انسانوں کو چار طبقوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

"برہمن، کھشتری، ویش اور شودر: ان میں سے برہمن اعلی ترین طبقہ ہے جب کہ شودر نہایت حقیر، پست اور مظلوم ترین طبقہ ہے۔ مذہبی روسے شودر پہلے تین طبقوں کا غلام ہے۔ اپنے مذہب کی روسے ان پر پہلے تین طبقوں کی خدمات فرض ہے۔[iii]

ہندوؤں کے ہاں ذات پات کے حوالے سے اختلاف پایا جاتا ہے۔ ان کے مذہبی کتابوں کے مطالعہ سے یہ پتہ چلتا ہے کہ ابتدائی زمانے میں ان کے ہاں یہ تقسیم اقتصادی لحاظ سے کی گئی تھی: مثلاً:

"میں ایک شاعر ہوں، میرا باپ ڈاکٹر جب کہ ماں پتھروں پر مکئی پیسنے والی ہے"۔[iv]

اسی طرح دوسری جگہ کہتے ہیں:

"شودر کا بیٹا برہمن اور برہمن کا بیٹا شودر بن سکتا ہے اور یہی معاملہ دیگر ذاتوں کا بھی ہے"۔[v]

غلام بنانے کے طریقے

منوجی نے غلام بنانے کے درجہ ذیل وجوہ بیان کئے ہیں۔

(1) جنگ میں قیدی ہو کر غلام بن جانا۔

(2) غربت کی وجہ سے اپنے آپ کو یا اپنی عورتوں کو یا اپنی اولاد کو فروخت کرنا۔

(3) قرض کے باعث کسی کو غلام بنانا۔

(4) غلاموں کی اولاد بھی غلام ہی رہتے۔

(5) کسی دوسرے سے غلام خریدنا

(6) کسی کی طرف سے غلام بطور ہدیہ ملنا۔

(7) وراثت میں غلام ملنا۔[vi] .

یہودیت میں غلامی

یہودی شریعت میں ایک یہودی کا دوسرے یہودی کو غلام بنانے کے لیے شرائط مقرر کی گئی تھیں۔

(1) تنگ دستی کی وجہ سے اگر کوئی اپنا قرض ادا نہیں کر سکتا تو امیر کو اختیار تھا کہ وہ اس کا قرض ادا کر کے اسے اپنا غلام بنا لے۔

(2) اگر کسی نے چوری کی اور اب وہ چوری کیا ہوا مال مالک کو واپس نہیں کر سکتا تو اس کا حق ہے کہ وہ کسی امیر کی طرف سے تاوان ادا کر کے اپنے آپ کو امیر کی غلامی میں دے دیں۔

(3) والدین کسی وجہ سے اپنی اولاد کو کسی کے ہاتھ فروخت کر لے۔ [vii]

یہودی غلاموں کی لین دین بھی کرتے تھے۔ لوئس مقدس کے زمانے میں اسپین اور شمالی افریقہ میں عیسائی غلاموں کی کثیر تعداد لائی گئی تھی۔ مسٹر جے ایلسن کے مطابق یہ لوگ دلالی کرتے تھے۔ مسلمانوں اور عیسائیوں کے غلام ایک دوسرے کو پہنچاتے تھے۔

یہودیوں کی مقدس کتاب تورات میں عبرانیوں کو غلام بنانے اور غلاموں کو اپنے مالکوں کی تابع داری کا حکم دیا گیا ہے۔ اسرائیلی غلام کی غلامی وقتی ہوا کرتی تھی یعنی چھ سال گزرنے کے بعد وہ آزاد ہو جاتا تھا جب کہ غیر اسرائیلی کی غلامی مستقل ہوتی تھی۔ [viii]

مسیحیت میں غلامی

مسٹر ایل۔ ڈی۔ اگیٹ غلامی سے متعلق لکھتے ہیں۔

"سیدنا عیسیٰ کے بیان کردہ تعلیمات میں صریح الفاظ میں غلامی کی مذمت نہیں کی گئی۔ یہ درست ہے کہ غلامی کا مخالف گروپ تائید کے لیے انجیل کا کوئی متن پیش نہیں کر سکتا۔ اس کے برعکس غلامی کا حامی گروپ اپنی تائید کے لیے انجیل کے متن سے استدلال کرتا ہے۔ ہمارے آقاء حضرت مسیح نے اپنے عہد کے سیاسی اور معاشرتی حالات کے پیش نظر ایسی تعلیمات کا درس دیا جو عیسائی گرجا اور تاریخ کے زمانے میں ازخود حالت کے مطابق کا کر تارہا۔ اس لیے علاوہ سینٹ پال نے یوں کہا ہے "آزاد اور غلام برابر ہیں"۔ اور اس سے مزید وضاحت اس کے ایک پیغام سے ملتا ہے جو اس نے فائل مین کی طرف بھیجا تھا۔ جس میں انہوں نے اپنے فرار ہونے والے غلام اونیسمس کو حکم بھیجا کہ واپس اپنے مالک کے پاس آجائے۔ اسی طرح سینٹ پال اپنے خط میں فائل مین سے درخواست کرتا ہے کہ اونیسمس کا جرم معاف کرنا چاہیے مگر اس میں غلامی کی مذمت نہیں کی"۔ [ix]

عیسائی اہل علم نے جب دیکھا کہ عیسائی ممالک میں غلامی کا رواج بہتات کے ساتھ پایا جاتا ہے اور انجیل میں غلامی کی مذمت کہیں پر بھی نہیں تو انہوں نے عیسیٰ کی تعلیمات میں ردو بدل شروع کیا۔ انجیل میں نہ غلاموں کی آزادی کا ذکر ہے اور نہ ان سے حسن سلوک پر زور دیا گیا ہے بلکہ غلاموں کو جگہ جگہ یہ تاکید کی گئی ہے کہ اپنے آقاؤں کا ہر حکم ماننے اور ان کی نافرمانی نہ کریں۔

مسٹر ایل۔ ڈی۔ اگیٹ مزید لکھتے ہیں کہ سیدنا عیسیٰ نے غلامی کی مذمت کیوں نہیں کی؟ تو وہ لکھتے ہیں کہ ان کے تین اسباب ہو سکتے ہیں۔

(1) ہمارے آقا نے ایسے احکامات پیش کیے جو ہر دور کے سیاسی حالات میں قابل عمل ہو۔

(2) یک بارگی غلامی کا خاتمہ رومانی نظام معاشرت کے لیے ایک عظیم صدمہ ہوتا۔

(3) گرجا کے ابتدائی دور میں یہ امید تھی کہ سیدنا دوبارہ جلد واپس آئیں گے اس لیے غلامی کی طرف خاص توجہ نہیں دی گئی۔ [x]

بدھ مت میں غلامی

ISSN- 2709-3905
PISSN2709-3891

گوتم بدھ نے غلاموں کے ساتھ حسن سلوک پر زور دیا ہے۔انہوں نے نفع کی بنیاد پر غلاموں کی تجارت سے منع فرمایا ہے۔گوتم بدھ نے ریاست بہار کے شہزادے ہوتے بھی حکومت نہ کی۔ان کے پیروی کرنے والے اشوک اعظم نے بدھ مذہب کی بنیاد پر حکومت کی۔اشوک اعظم نے غلامی کا مکمل خاتمہ تو نہیں کیا مگر قانونی طور پر مہاتما بدھ کی تعلیمات کو جاری کرنے کا حکم کیا۔بعد کے زمانے میں دوسرے ممالک (سری لنکا اور جنوب مشرقی ممالک) میں بھی بدھ مذہب کی بنیاد پر حکومتیں قائم ہوئیں۔انہوں نے بھی غلامی کے خاتمے کے لیے کوششیں کی اور غلامی کی جگہ مزارعت کو رواج دیا جو نسبتاً غلامی کی بہتر شکل تھی:

(1) تیرہویں صدی عیسوی بدھ مت والے علاقوں غلاموں سے مزدوروں کی تعداد بڑھ چکی تھی۔

(2) جنگی قیدیوں کو زمین کی کاشت پر لگا دیا جاتا تھا۔

(3) مقروض افراد کو مزارعت پر لگا دیا جاتا تھا۔[xi]

کنفیوشزم میں غلامی

(1) کنفیوشزم کے فلسفہ اخلاقیات کو ماننے والے ممالک مثلاً: جاپان، کوریا اور مشرقی چین میں بھی دیگر اقوام کی طرح غلام بنانے کا رواج تھا۔

(2) ابتدائی زمانے میں غلام بنانے کا اختیار حکمرانوں تک محدود رہا: جنگی قیدیوں اور سخت جرائم والوں کو غلام بنایا جاتا۔

(3) جب کہ بعد میں ذاتی غلامی اور جاگیردارانہ غلامی کا آغاز ہوا۔[xii]

غلام کی حیثیت اور مقام

اسکندریہ کے سینٹ کائرل غلام اور آقا کو صانع اور مصنوع سے تشبیہ دی ہے۔اس معلوم ہوتا ہے کہ یہ غلاموں کو کس قدر حقیر نظر سے دیکھتے تھے۔ان کے مطابق:

(1) بازاروں میں کھلم کھلا غلاموں کی تجارت ہوتی تھی۔

(2) صرف ان افراد کو غلام رکھا جاتا جن کو گھروں میں پالا گیا ہو۔

(3) اگر غلام عیسائی مذہب قبول کر لیتا تو آزاد ہو سکتا تھا۔

(4) جس باندی سے پادری نے شادی کی تو اس کے تمام بچے گرجا کے غلام تصور کیے جاتے۔[xiii]

غلاموں کے ساتھ رویہ

(1) عیسائیوں کا غلاموں کے ساتھ سلوک قابل تعریف نہ تھا۔

(2) ان سے کاشت کاری کا کام لیا جاتا۔

(3) سخت سے سخت کام لیا جاتا۔

(4) معمولی معلولی خطاؤں پر سخت سزائیں دیتے۔

(5) مالک کو حق حاصل تھا چاہیے غلام کو زندہ رہنے دیں یا ہلاک کر ڈالیں۔

(6) غلاموں کو لکھنے پڑھنے سے روکا جاتا تھا۔

(7) لوگوں کو سینٹ پال کی تعلیمات سے یہ واضح ہوتا ہے کہ ان کے ہاں سابقہ شریعت کی سزاوں کے حقداروں میں کسی کو غواء کر کے غلام بنانے والے بھی شامل تھے۔[xiv]

انجیل کی بعض کتابوں میں ایک طرف غلاموں کو اپنے آقاوں کے ساتھ پر خلوص اور وفادار زندگی گزارنے کی ہدایات ملتی ہے دوسری طرف آقاوں کو بھی یہ تلقین کی ہے کہ غلاموں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئے اور خدا کی نظر میں سب برابر ہیں۔اس تعلیم کا مقصد آقا اور غلام کے درمیان تعلق کو بہتر بنانا واضح ہوتا ہے تاکہ عیسائی برادری میں غلاموں پر سختی کو کم کیا جاسکے۔اگرچہ روم میں عیسائی تعلیمات کے تحت غلاموں کے حالات تھوڑے بہتر ہوئے لیکن اس کے باوجود رومی سلطنت کے ختم ہونے تک غلاموں سے متعلق سخت قوانین موجود تھے۔اسکی وجہ یہ ہے کہ بادشاہوں کو اپنے مذہب میں جہاں اپنے مفاد کی پہلو نظر آئی اس کو اختیار کیا اور جہاں اس کا اپنا مفادنہ ہوتا اس کو چھوڑ دیا۔

مصر میں غلامی:

مصر کو دنیا کے قدیم تہذیبوں میں امتیازی مقام حاصل تھا۔ لیکن اس کے باوجود دوسرے علاقوں کی طرح مصر میں بھی غلامی موجود رہی ہے۔ مصری قوانین کی رو سے پوری عوام کو فرعون کا غلام سمجھا جاتا تھا اور فرعون نے اپنی عوام کو اپنی عبادت پر مجبور کیا تھا۔ اہرام مصر کی تعمیر سے متعلق تفصیلات سے یہ اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اہرام مصر کی تعمیر ہزاروں کی تعداد میں غلاموں سے کروایا گیا تھا۔

مصر میں اکثر غلام وادی دریائے نیل اور ڈیلٹا کے علاقوں میں ہوا کرتے تھے۔ زیادہ تر غلام کاشتکاری کیا کرتے تھے بعض مندروں کے لیے وقف تھے۔ بعض سرکاری غلام تھے جو سرکاری ملازمت کرتے تھے ان کی حالت باقی کی نسبت کافی اچھی تھی۔ آقاؤں کا غلاموں پر مکمل قبضہ اور غلبہ حاصل تھا لیکن تہذیب و تمدن کے عروج کے ساتھ ساتھ ان پر تشدد میں کمی ہوتی رہی۔ حکومت مصر نے یہ قانون بنایا تھا کہ جو شخص کسی غلام کو قتل کرے گا تو بدلے میں اس شخص کو بھی قتل کیا جائے گا۔[xv]

اہل مصر میں چوری کے باعث بھی غلام بنایا جاتا تھا۔ اور غربت کی وجہ سے بھی لوگ اپنے آپ کو بیچ ڈالتے تھے۔ حضرت یوسف علیہ السلام جب مصر کے وزیر بن گئے تو انہوں نے اس رواج کا خاتمہ کیا اور بہت سے غلاموں کو آزاد فرمایا۔

"حضرت یوسف علیہ السلام نے اہل مصر کو سونا، چاندی اور دیگر چیزوں کے بدلے کھانے پینے کا سامان فراہم کیا۔ جب ان کے ہاں کچھ بھی نہ رہا تو ان لوگوں نے اپنے آپ کو بیچ ڈالا اور غلامی اختیار کی۔ مگر سیدنا یوسف علیہ السلام نے ان لوگوں کو ان کی ساری زمینیں واپس دیں دی اور انہیں غلامی سے آزاد بھی کر ڈالا کہ وہ ان زمینوں میں کاشت کریں گے اور ان کا پانچوں حکومت کو دے گا"۔[xvi]

عرب میں غلامی:

عرب میں غلامی کی صورتیں مختلف تھی کیوں کہ وہاں کوئی مرکزی حکومت نہ تھی بلکہ مختلف قبائیلی ریاستیں پائی جاتی تھی۔ عربوں میں غلاموں کا طبقہ سب سے ادنی تھا۔ زیادہ تر غلام افریقہ سے لائے گئے تھے اس کے علاوہ عراق اور شام سے سفید فام رومی غلام بھی لائے جاتے تھے۔ غلاموں کے لیے "عبد" کا لفظ استعمال کرتے تھے۔ جو حقیقی معنوں میں اللہ کے مقابلے میں بندوں کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ مجازی طور پر آقاء کے لیے "رب" کا لفظ استعمال ہوتا تھا۔ غلام کے لیے آقا کو مجازی خدا تصور کیا جاتا تھا۔

اہل عرب کے ہاں غلاموں کی خرید و فروخت دیگر اشیاء کی طرح عام تھی۔ مالک کو غلام پر مکمل اختیار حاصل تھا: بے جان اشیا یا جانوروں کی طرح ان کی خرید و فروخت کیا کرتے تھے۔ غلام کی غلطی پر مالک اسے ہر طرح کی سزا دے سکتا تھا، یہاں تک کہ موت کی سزا بھی دے سکتا تھا۔ ابو جہل نے اپنی لونڈی سمیہ رضی اللہ عنہا کو مسلمان ہونے پر انہیں شہید کر دیا۔ غلام رکھنے کا مقصد آقاووں کا عظمت رعب اور دبدبہ ہوا کرتا تھا یہی وجہ ہے کہ اکثر اہل ثروت کے پاس سینکڑوں غلام موجود تھے۔

باندیوں کی حالت

غلاموں کی بڑی تعداد لونڈیوں پر مشتمل تھی جن سے گھر کا کام کاج لیا جاتا تھا۔ لونڈیوں پر مالک کو مکمل جنسی حقوق حاصل تھے۔ بعض آقاء اپنی لونڈیوں سے عصمت فروشی کرواتے تھے اور اس کی آمدنی خود وصول کرتے تھے، ایسی لونڈیوں کو مرد کو اپنی طرف مائل کرنے کے لیے خاص تربیت دی جاتی تھی۔ دوستوں کو شب گزاری کے لیے ان کو لونڈی عطا کرنے کا رواج بھی پایا جاتا تھا۔

نیم قسم کی غلامی

عربوں کے ہاں مزارعین کا ایک خاص طبقہ تھا جو نیم غلام سمجھے جاتے تھے: ان لوگوں کے پاس کاشت کاری کے لیے زمین نہ ہوتی بلکہ جاگیرداروں کی زمینوں پر کاشت کیا کرتے اور زمین کا کرایہ ادا کیا کرتے تھے۔ یہ لوگ اپنی کاشت کا ایک کثیر مقدار بطور کرایہ جاگیرداروں کو دیا کرتے جس کے باعث وہ نہایت غربت کی زندگی بسر کر رہے تھے مگر پھر بھی ان کی حالت غلاموں سے بہتر تھی کیوں ان لوگوں کو اپنے مالکوں کی زمینوں کو چھوڑ کر کسی اور کے ہاں مزارعت اختیار کرنے کا حق حاصل تھا۔ یہاں ان لوگوں کی چند خصوصیات قابل ذکر ہیں:

(1) ان میں ہاتھ سے کام کرنے والے لوگ شامل تھے: یہ لوگ نائی، قلی، موچی اور دیگر ہاتھوں سے کام کیا کرتے تھے۔

(2) عرب کے ہاں ہاتھوں سے کام کرنے کو نہایت حقیر سمجھتے تھے جس وجہ سے وہ اس کام کو غیر ملکیوں سے لیا کرتے۔

(3) اہل عرب کے ہاں نہایت شرم محسوس کی جاتی تھی کہ ہاتھوں سے کمائی والے سے مالی مدد لی جائے۔

(4) ہاتھوں سے کام کرنے والوں کو اعلیٰ طبقہ رشتہ نہیں دیتے تھے۔

غلامی میں اضافے کے طریقے

(1) عربوں کے ہاں ایک باقاعدہ طبقہ موجود تھا جو غلاموں کی تجارت کا کام کیا کرتے تھے۔ جنہیں "نخاس" کہا جاتا تھا۔

(2) اہل عرب میں ہر وقت مختلف قبائل کے درمیان جنگیں عام تھی۔ان جنگوں میں فاتح قوم کا حق سمجھا جاتا تھا کہ وہ نہ صرف مغلوب قوم کے جنگی قیدیوں کو غلام بنائے بلکہ اس قوم کے عورتیں اور بچوں کو بھی غلام بناتے تھے۔ یہ اس وقت تک غلام رہتے جب تک مغلوب قبیلہ دوبارہ قوت جمع کرکے اپنا بدلہ نہ لے سکے۔

(3) قرضوں کی عدم ادائیگی کی صورت میں مقروض کو غلام بنالیا جاتا تھا۔

(4) ان کے ہاں یہ رواج بھی تھا کہ کسی بستی پر حملہ آور ہوکر اسے غلام بنالیتے تھے۔

(5) بچوں کو اغواء کرکے غلام بنانے کا رواج بھی کسی حد تک پایا جاتا تھا۔

(6) غلامی کا سلسلہ نسل در نسل منتقل ہوتا رہتا تھا۔

(7) جوئے میں ہارنے پر بھی غلام بنایا جاتا تھا۔

(8) آقا کے مرنے کے بعد اس کے غلام کو ورثاء میں تقسیم کیا جاتا تھا۔

غلاموں کو آزاد کرنے کی صورتیں

(1) عربوں میں نیک خصلت لوگ بھی پاجاتے تھے جو غلاموں کی زبوں حالی پر رنجیدہ ہوتے تھے۔ان کے پاس غلاموں کو آزاد کرنے کا ایک ہی طریقہ تھا کہ غلاموں خرید کر آزاد کر لیا کرتے تھے۔سیدنا حکیم بن حزام رضی اللہ نے دور جاہلیت میں ایک سو غلام خرید کر آزاد کیے تھے۔

(2) غلامی سے آزادی کی ایک صورت یہ بھی تھی کہ غلام خود اپنی آزادی کو خرید سکے یعنی مکاتبت کا طریقہ مگر یہ رواج عربوں نہ ہونے کے برابر تھا۔

(3) ایک طریقہ یہ تھا کہ مالک اپنے غلام کو آزاد کرنے کی وصیت کرتا کہ میرے مرنے کے بعد یہ آزاد ہوگا۔

(4) عرب میں اسلام سے پہلے "ام ولد" کا تصور بھی تھا یعنی ایسی لونڈی جو اپنے مالک سے بچہ پیدا کرے۔ایسی لونڈی مالک کے مرنے کے بعد خود بخود آزاد ہو جاتی تھی۔[xvii]

روم میں غلامی

رومی سلطنت ایک عظیم سلطنت رہی جو دو سو قبل مسیح سے پندرہ سو عیسوی تک رہی۔دیگر اقوام کے مقابلے میں روم کے غلاموں سے متعلق قوانین مختلف تھیں۔عیسائیت سے قبل روم میں غلامی کا نقشہ کچھ یوں تھا:

(1) رومی جنگی قیدیوں کو غلام بنالیتے۔

(2) جو لوگ اپنا قرض ادا نہ سکتے تو ان کو بھی غلام بنالیا جاتا۔

(3) غلاموں کو معمولی سی غلطی پر بھی سخت ترین سزا دی جاتی۔

(4) غلاموں کی کثرت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ بادشاہ آگسٹس کے دور حکومت میں ایک آزاد شخص چار ہزار غلام مرتے وقت بطور جائیداد چھوڑتا۔

(5) بادشاہ بطور تفریح غلاموں کو ایک دوسرے سے لڑاتے تھے۔ان میں سے جو جیت جاتا ان کو بطور انعام آزاد کیا جاتا۔

غلام بنانے کے رائج طریقے

رومیوں کے ہاں غلام بنانے کے کئی طریقے تھے:

(1) مفتوح قوم کو اپنا غلام سمجھتے تھے۔

(2) لونڈی کے پیٹ سے پیدا ہونے والے بچے کو غلام سمجھے جاتے تھے۔

(3) اس کے علاوہ کچھ ایسے قوانین تھے کہ وہ جب چاہے کسی آزاد فرد کی حریت اور آزادی کو چھین لیتے تھے۔ج

ISSN- 2709-3905
PISSN2709-3891

(4) ولوگ جنگ میں گرفتار ہو کر آتے ان کو بہت کم قیمت پر بازاروں میں فروخت کرتے تھے۔بچوں سے چرالانے کا کام لیتے تھے۔بلاشبہ اخلاقی لحاظ سے رومیوں کے نزدیک غلام فروشی معیوب کام سمجھا جاتا تھا۔لیکن نفع کی بنیاد پر اس کا دستور بہت عام تھا۔

(5) جس غلام کو فروخت کرنا ہوتا تھا انکو اونچی جگہ پر کھڑا کرتا تھا تاکہ ہر ایک گاہک آسانی سے دیکھ کر خرید سکے۔یہ انکے ہاں عام دستور تھا۔

غلاموں کا رد عمل

روم میں غلامی کی اس بدترین صورت حال کے پیش نظر غلاموں میں بغاوتوں کا سلسلہ شروع ہوا:

(1) بعض غلام اپنے مالکوں کی بدسلوکی سے تنگ آکر خودکشی کر لیتے۔

(2) جب کہ بعض اپنے مالکوں کو قتل کر دیتے۔

(3) بہت سے غلاموں نے راہ فرار اختیار کی۔

(4) غلاموں کو پکڑنے کے لیے باقاعدہ فورس کا قیام عمل میں لایا گیا۔

(5) جو غلام پکڑا جاتا ان کے گلے میں لوہے کا طوق ڈالا جاتا۔[xviii]

یونان میں غلامی

یونان میں غلامی کے حوالے سے ایک مورخ کی تحقیق کا جائزہ پیش کیا جاتا ہے:

یونان کا معاشرہ تین حصوں پر مشتمل تھا:

(1) وہ شہری جو آزاد تھے۔انہیں ہر قسم کے حقوق حاصل تھے۔سیاست کا حق صرف ان ہی طبقہ کو حاصل تھا۔

(2) غیر ملکیوں کا طبقہ:ان لوگوں کو سیاست کا حق نہ تھا،جن کو بعض اوقات اقتصادی اور فوجی خدمات کا موقع فراہم کیا جاتا تھا اس لیے ان حالت غلاموں سے بہتر تھی۔

(3) تیسرا طبقہ غلاموں کا تھا۔یونان میں اکثر لوگوں کے پاس مزارعت کے لیے اپنی جائیداد نہ تھی،اس لیے جو زمین کاشت کاری کے لیے جاگیر داروں سے لیتے تو ان کو بطور مزارعت کاشت کا ایک بڑا حصہ دیتے۔اس وجہ سے وہ قرض لینے پر مجبور ہو جاتے اور ان کے پاس اپنی جان کے علاوہ کوئی اور چیز رہن کے لیے نہ ہوتی،جو بعد میں ان کے غلامی کا سبب بنتا۔[xix]

اہل فارس میں غلامی:

حمورابی جو بابل کے بادشاہ تھے انہوں نے جو قوانین وضع کیے تھے۔ماہرین آثار قدیم نے ان کا ترجمہ کیا ہے:

(1) اہل فارس غلاموں کی بہتات کو جاہ وحشمت دولت مندی اور امارت کی علامت سمجھتے تھے۔

(2) اہل فارس صرف بدزبانی پر سخت سزائیں نہیں دیتے تھے۔لیکن اگر اپنی عادات بار بار دہراتے اور باز نہ آتے تو جب چاہا نہیں قتل کر دیتے تھے۔

(3) اہل ایران میں غلاموں کی حیثیت بے جان مال واسباب کی سی تھی۔

(4) والدین کو یہ حق حاصل تھا کہ اپنی اولاد کو فروخت کرے۔

(5) غلاموں سے جبری کام لیا جاتا تھا۔

(6) آقا باندی سے ازدواجی تعلق رکھتا تھا اور اگر اس سے اولاد پیدا ہو جاتی تو وہ فروخت نہیں کی جاتی۔

(7) بابل کے عوام بادشاہ کے غلام تصور کیے جاتے تھے۔

(8) غلام ریاست کی ملکیت میں رہتے۔

(9) اگر غلام آزاد لڑکی سے شادی کرتا تو ان کی اولاد آزاد تصور کیے جاتے۔

(10) اگر غلام آزاد فرد کو مارتا تو اس کے بدلے میں غلام کے کان کاٹ دیئے جاتے۔[xx]

ISSN- 2709-3905
PISSN2709-3891

اہل چین میں غلامی

دیگر اقوام کی طرح قدیم زمانے اہل چین میں بھی غلامی کا رواج رہا۔ چوں کہ چین ایک کثیر الآبادی والا ملک رہا ہے اس لیے یہاں پر غلامی اور نیم غلامی کی مختلف اشکال کا وجود رہا:

(1) یہاں بھی غلام بنانے کے وہی طریقے رائج ہیں جو دیگر ممالک میں تھی: جنگ میں لوگوں کو قیدی بنا کر غلام بنانا اور قرض نہ ادا ہونے کی صورت میں مقروض کو غلام بنانا۔

(2) اہل چین غربت کی وجہ سے بھی اپنے بچوں کو بیچ ڈالتے۔

(3) پیشہ ورانہ مجرموں کے رشتہ داروں کو بھی غلام بنانے کا رواج تھا۔

(4) بعض اوقات لوگوں کو اغواء کر کے غلام بنایا جاتا۔

(5) اگرچہ چین روم وفارس کی طرح ایک غلام ملک نہ تھا مگر اس کے باوجود وہاں کے غریب آبادی والے علاقے انسانی حقوق سے محروم تھے۔[xxi]

مذہبی وملکی دستور کے مطابق اہل چین بھی غلاموں کے ساتھ ہر طرح کا معاملہ اختیار کرنے پر قادر تھے لیکن ان کے عادات واخلاق دوسری قوموں کی نسبت اچھے تھے۔ غلاموں کے ساتھ وحشیانہ سلوک نہیں کرتے تھے۔ غلاموں کے ساتھ اچھے سلوک پر زور دیتے تھے۔ پہلی صدی عیسوی میں انہوں نے ایسے قواعد بنائے تھے جن کی رو سے کوئی شخص اپنے غلام کے ساتھ برا سلوک نہیں کرے گا۔

خلاصۃ البحث

غلامی کا تصور دور قدیم ہی سے تمام معاشروں میں چلی آ رہی ہے۔ الہامی اور غیر الہامی مذاہب اور ترقی یافتہ اور مہذب سبھی معاشروں میں بھی کسی نہ کسی صورت میں موجود تھی۔ مذہبی اعتبار سے دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ مسیحیت، یہودیت اور ہندومت، ان تینوں مذاہب کی مذہبی کتابوں میں کہیں بھی غلامی کی مذمت نہیں کی گئی۔ انجیل کی بعض کتابوں میں ایک طرف غلاموں کو اپنے آقاوں کے ساتھ پر خلوص اور وفادار زندگی گزارنے کی ہدایات ملتی ہیں دوسری طرف آقاوں کو بھی یہ تلقین کی گئی ہے کہ غلاموں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئے اور خدا کی نظر میں سب برابر ہیں۔ گوتم بدھ نے غلاموں کے ساتھ حسن سلوک پر زور دیا ہے۔ انہوں نے نفع کی بنیاد پر غلاموں کی تجارت سے منع فرمایا ہے۔ مصر کو دنیا کے قدیم تہذیبوں میں امتیازی مقام حاصل تھا۔ لیکن اس کے باوجود دوسرے علاقوں کی طرح مصر میں بھی غلامی موجود رہی ہے۔ مصری قوانین کی رو سے پوری عوام کو فرعون کا غلام سمجھا جاتا تھا اور فرعون نے اپنی عوام کو اپنی عبادت پر مجبور کیا تھا۔ عرب میں غلامی کی صورتیں مختلف تھی کیوں کہ وہاں کوئی مرکزی حکومت نہ تھی بلکہ مختلف قبائلی ریاستیں پائی جاتی تھی۔ عربوں میں غلاموں کا طبقہ سب سے ادنی تھا۔

کنفیوشزم کے فلسفہ اخلاقیات کو ماننے والے ممالک مثلاً: جاپان، کوریا اور مشرقی چین میں بھی دیگر اقوام کی طرح غلام بنانے کا رواج تھا۔ ابتدائی زمانے میں غلام بنانے کا اختیار حکمرانوں تک محدود رہا: جنگی قیدیوں اور سخت جرائم والوں کو غلام بنایا جاتا۔ جب کہ بعد میں ذاتی غلامی اور جاگیردارانہ غلامی کا آغاز ہوا۔ مذہبی وملکی دستور کے مطابق اہل چین بھی غلاموں کے ساتھ ہر طرح کا معاملہ اختیار کرنے پر قادر تھے لیکن ان کے عادات واخلاق دوسری قوموں کی نسبت اچھے تھے۔ غلاموں کے ساتھ وحشیانہ سلوک نہیں کرتے تھے۔ غلاموں کے ساتھ اچھے سلوک پر زور دیتے تھے۔

حواشی وحوالہ جات

[i] ۔القرآن: الطور، ۵۲:۳

[ii] ۔ مفردات القرآن، ج۱، ص ۳۶۱

[iii] ۔ آسیہ رشید (ڈاکٹر) مطالعہ مذاہب عالم، ادارہ تحقیقات مذاہب، کراچی، (س۔ن)، ص: ۱۶۰

[iv] ۔ رگ وید، ۱۱۲:۹

[v] ۔ رگ وید، ۱۱۳:۹

[vi]. *Clarence, Smith, William G: Religions and the Abolition of Slavery- A Comparative Approach, Oxford University press, 2006 A.D, P.312*

[vii] . *Encyclopedia of Religion and Ethics, Vol. 11, P.123*

ISSN- 2709-3905
PISSN2709-3891

[viii].*Religions and abolition of slavery-a comparative approach p.35*

[ix]. *Encyclopedia of Religion and Ethics, article on Slavery, V.11, P.123*

[x]. *Ibid*

[xi] .*Religions and abolition of slavery-a comparative approach p.43*

[xii] -*Ibid, Vol.11, P.235*

[xiii].*Has luck, Margaret M, Christianity and Islam under Status, University of California, 2001 A.D, P.145*

[xiv]. *Ibid*

[xv]. *Encyclopedia of Religion and Ethics, Vol. 11, P.145*

[xvi] -ابن کثیر، محمد بن اسمٰعیل، قصص الانبیاء، دار السلام، لاہور، ۱۹۹۸ء، ص: ۱۱۲

[xvii] -جواد علی (ڈاکٹر) المفصل فی تاریخ العرب قبل الاسلام، دار العلمیہ، بیروت، ۱۹۹۳ء، ج ۲، ص ۲۱۳

[xviii]- Christianity and Islam under Status, P.145

[xix] - Encyclopedia of Religion and Ethics, Vol. 11, P.213

[xx] - Religions and abolition of slavery-a comparative approach p.123

[xxi].Ibid